ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

OPEN ACCESS

CC BY NC

اعجاز حسین

اسکالر، پی ایچ ڈی (اردو)، ایم وائی یونیورسٹی، جاپان روڈ، اسلام آباد۔

ڈاکٹر زاہد ہمایوں

صدر شعبہ اردو فوجی فاؤنڈیشن کالج راولپنڈی۔

مشرقی پاکستان کا المیہ

Ijaz Hussain*
Ph.D Scholar (Urdu), MY University, Japan Road, Islamabad.
Dr. Zahid Hamayoun
Head of the Urdu Department, Fauji Foundation College, Rawalpindi.
***Corresponding Author:**

The Tragedy of East Pakistan

The tragedy of East Pakistan was one of the most painful and significant events in the history of South Asia. It led to the separation of East Pakistan and the creation of Bangladesh in 1971. The conflict developed because of political, economic, linguistic, and cultural differences between East and West Pakistan. Although both regions became one country after the partition of India in 1947, unequal treatment and geographical distance created mistrust among the people of East Pakistan. One major cause of the crisis was political injustice. Despite having a larger population, East Pakistan was not given equal political power. The Bengali Language Movement of 1952 increased tensions when the government tried to impose Urdu as the only national language. Economic inequality also added to public anger because East Pakistan contributed greatly to the economy, but most development projects were centered in West Pakistan. These conditions strengthened Bengali nationalism and demands for greater autonomy. The situation became worse after the general elections of 1970. The Awami League, led by Sheikh Mujibur Rahman, won a clear majority, but the transfer of power was

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

delayed. This caused political unrest and protests. On March 25, 1971, a military operation was launched, which turned the crisis into a violent conflict. Thousands of people were killed, millions became refugees, and severe human suffering took place. India later supported the Bengali nationalist movement, and after a nine-month war, Bangladesh emerged as an independent country on December 16, 1971.The tragedy of East Pakistan had lasting political and social effects. It showed the dangers of political injustice, discrimination, and the denial of democratic rights. The event remains an important lesson about the need for national unity, equal representation, and respect for cultural diversity.

Key Words: *Political Deprivation, Economic Inequality, Language Movement, Bengali Nationalism , General Elections 1970, Military Operation, Civil War, Independence of Bangladesh, Democratic Rights, National Unity.*

سقوط ڈھاکہ سے مراد ۱۹۷۱ کو پاک بھارت جنگ کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان کی پاکستان سے علیحدگی کا المناک واقعہ ہے یہ پاکستانی فوج کی شکست اور بنگلہ دیش کے قیام کا دن تھا مسلمانوں نے ۱۹۴۷ میں بنگالی ہندو اور کلکتہ کے ساتھ ایک آزاد بنگالی ملک بنانے کا منصوبہ ناکام ہونے کے بعد پاکستان میں شمولیت اختیار کی تحریک پاکستان کے دوران شیخ مجیب الرحمن جیسے بہت سے بنگالیوں کا خیال تھا کہ دو الگ الگ آزاد پاکستان بنائے جائیں ایک مغربی پاکستان ،دوسرا مشرقی پاکستان۔

بنگال کے لوگ تاریخی طور پر بہت غریب تھے پاکستانی حکومت نے خاص طور پر ایوب خان کے دور میں وہاں بہت سے ترقیاتی کام کیے اور اپنے فنڈز کا آدھا حصہ مشرقی پاکستان کو دیا حالانکہ وہ صرف ایک تہائی ٹیکس ادا کرتے تھے تاہم عوامی لیگ نے بنگالیوں کو تبلیغ کی کہ وہ ماضی میں امیر ہوا کرتے تھے اور پاکستانی حکومت انہیں لوٹ رہی تھی عوامی لیگ نے نام نہاد معاشی استحصال کے حل کے طور پر چھ نکات تجویز کیے شیخ مجیب الرحمن اور عوامی لیگ نے چھ نکات کے تحت مشرقی پاکستان کے لیے ایک انتہائی قسم کی خود مختاری کی تجویز پیش کی اگر چھ نکات پر مکمل طور عمل درآمد کیا جاتا تو پاکستان ایک متحد ملک نہ رہتا۔

جب ۱۹۷۰ میں قومی انتخابات لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت ہوئے جس میں یہ شرط رکھی گئی تھی کہ وہ وفاقی حکومت کو مستقبل کے آئین میں ڈھیر سارے اختیارات ہوں گے شیخ مجید نے انتخابات سے پہلے یحییٰ خان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ انتخابات کے بعد چھ نکات میں تبدیلی لائیں گے ۱۹۷۰ کی انتخابی مہم کے دوران عوامی لیگ نے مشرقی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

پاکستان میں دیگر جماعتوں کو صحیح طریقے سے مہم چلانے نہ دی عوامی لیگ اور شیخ مجیب الرحمن نے انتخابی مہم کے درمیان مارشل لا کے اصولوں کو توڑا الیکشن جیتنے کے بعد شیخ مجیب اور عوامی لیگ نے چھ نکات پر سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا۔

بھٹو اور فوجی جرنیلوں نے یحیٰی خان کو مشورہ دیا کہ وہ شیخ مجیب کے چھ نکات کو تسلیم نہ کریں کیونکہ ان چھ نکات پر پوری طرح عمل کیا جاتا تو وہ پاکستان کے ٹوٹنے کا باعث بنتے ہیں یحیٰی خان نے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا یکم مارچ ۱۹۷۱ کو شیخ مجیب نے بغاوت کی اور غداری کے عمل میں انہوں نے یکم مارچ سے ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ کے درمیان مشرقی پاکستان میں ایک متوازی حکومت قائم کی حالانکہ وہ اس وقت بھی یحیٰی خان کو صدر تسلیم کرتے تھے اسی دوران بنگالی شہریوں نے پاکستانی فوج کے اہلکاروں کے خلاف حملے کیے اور غیر بنگالی مسلمانوں کے خلاف قتل ،عصمت دری اور لوٹ مار کا آغاز کیا۔

شیخ مجیب کی غداری اور غیر بنگالی مسلمانوں کے خلاف بنگالی تشدد کے باوجود اگرچہ فوج نے مشرقی پاکستان کو دوبارہ حکومتی کنٹرول میں لانے کے لیے منصوبہ بنایا صدر یحیٰی خان نے پھر بھی شیخ مجیب سے مذاکرات کرنے کی کوشش کی تاہم شیخ مجیب اور عوامی لیگ کا چھ نکات پر اصرار زیادہ شدت اختیار کر گیا یحیٰی خان نے فوج کو آپریشن کا حکم دیا یہ آپریشن ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ کی رات کو شروع ہوا اس آپریشن کا مقصد مشرقی پاکستان پر حکومتی عمل داری بحال کرنا ، شیخ مجیب کو گرفتار کرنا اور پاکستانی فوج کے بنگالی سپاہیوں کو غیر مسلح کرنا تھا کیونکہ اس نے ان سپاہیوں کا برین واش کیا ہوا تھا۔

ڈھاکہ یونیورسٹی میں بنگالی باغیوں کو نشانہ بنایا گیا اس آپریشن کا مقصد معصوم بنگالی شہریوں کے خلاف تشدد نہیں تھا لیکن اس دوران پاکستانی فوج کے کچھ اہلکاروں نے بنگالیوں پر انتقامی حملے کیے ان مظالم کے بدلے میں جو بنگالیوں نے پاکستانی فوجیوں اور غیر بنگالی مسلمانوں کے خلاف کیے تھے اس سلسلے میں صدیق سالک لکھتے ہیں:

> "مشرقی پاکستان میں ضرور خون بہتا رہا ظلم و ستم کا نشانہ زیادہ تر وہ غیر بنگالی تھے جو عوامی لیگ کے دہشت پسندوں کے خلاف اپنا دفاع نہیں کر سکتے تھے۔"[۱]

مئی ۱۹۷۱ تک مشرقی پاکستان سے باغیوں کا صفایا کر دیا گیا پاکستان کے حامی بنگالی مسلمانوں اور بہاری مسلمانوں نے صوبے پر حکومت کرنے میں مدد کی باقی بنگالی سپاہی اور دیگر باغی سپاہی ہندوستان گئے اور وہاں ایم اے جی عثمانی کی قیادت میں مکتی باہنی قائم کی مکتی باہنی ۱۹۷۱ میں پاکستان میں آئی اور انہوں نے مشرقی پاکستان میں گوریلا

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20
ماخذ تحقیقی مجلہ

بغاوت کی۔ ہندوستان نے فوجیوں کے ساتھ ان کی مدد کی ۲۲ نومبر کو ہندوستان نے مشرقی پاکستان پر حملہ کیا اور فوجی طاقت کے ذریعے مشرقی پاکستان کے قیام میں بنگالیوں کی مدد کی ۔

پاکستانی فوج اپنے دشمنوں کے خلاف بہادری سے لڑی حالانکہ ان کے لیے جنگ جیتنا ممکن تھا کیونکہ وہ مغربی پاکستان سے ایک ہزار میل دور تھے اور مشرقی پاکستان چاروں طرف سے ہندوستان سے گھرا ہوا تھا پاکستانی فوج نے مزید فوجیوں اور شہریوں کی موت کو روکنے کے لیے ہتھیار ڈال دیے اور انسانیت کو مزید خون خرابے سے بچانے کے لیے اپنی طرف سے پیش قدمی روک دی اور یوں ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ کو بنگلہ دیش پاکستان سے کٹ کر ایک علیحدہ ملک کی شکل اختیار کر گیا ۔ اس دوران ظلم و ستم ، سیاسی اتار چڑھاؤ، ڈوبتی ہوئی زندگی اور انسانیت سے اعتماد اٹھ جانا جیسے مناظر نے پھر سے دھکیل کر مایوسیوں اور یاسیت کے سائیوں تلے کر دیا۔

سقوط ڈھاکہ نے جہاں عام زندگی کو متاثر کیا وہیں ادیبوں کو متاثر کیے بغیر وہ جو زندگی کے پہلوؤں کو سیدھا کرنے میں لگے تھے ایک بار پھر منہ کے بل گرے اور نئے دکھ ، کرب ، عذاب اور ہجرتی معاملات سے دوچار ہوئے اردو کی تمام اصناف میں سقوط ڈھاکہ پر بہت کچھ لکھا گیا مگر ناول اور افسانہ کو تمام اصناف میں فوقیت حاصل ہے خصوصا افسانہ میں اس واقعہ کے عناصر دوسرے اصناف کی نسبت زیادہ جاذب دکھائی دیتے ہیں۔ یہ سانحہ اردو ادب کے لیے ایک ایسا گہرا صدمہ اور المیہ تھا جس نے ادب میں شکست خوردگی، قومی شناخت، مایوسی اور انسانی المیہ جیسے نئے موضوعات کو جنم دیا اس واقعے کے بعد کے ادب میں خاص طور پر افسانے میں حقیقت پسندی، سیاسی تنقید اور گہرے جذباتی تجربات کی عکاسی ہوئی اردو افسانہ پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے جس میں معاشرتی مسائل، شناخت کی تلاش اور نسوانی کرداروں کے ذریعے جدوجہد کو اجاگر کیا گیا اردو افسانہ کو اس سانحے نے کئی ادبی اظہار کے موضوعات، اسلوب اور رجحانات میں ایک نئی سمت دی جس میں سیاسی، سماجی اور قومی شعور کی عکاسی زیادہ نمایاں ہیں۔

۱۹۴۷ کے واقعات کو اردو ادب میں وسیع پیمانے پر موضوع بنایا گیا لیکن ۱۹۷۱ کے بارے میں زیادہ تر خاموشی کی بازگشت سنائی دی یعنی یہ موضوع براہ راست آنے کے بجائے پس منظر میں رہا اردو افسانے پر ۱۹۷۱ کے واقعات کے گہرے نفسیاتی، سیاسی اور عمرانی اثرات مرتب ہوئے جس سے ادب میں شناخت کا بحران، حب الوطنی کا کرب اور انسانی المیے موضوع بحث بنے اس سانحے نے غیر جانبداری ، سیاسی تنقید اور حقیقت نگاری کو فروغ دیا جبکہ نسوانی تجربات اور مشرقی پاکستان کے کٹے ہوئے رشتوں کا دکھ کہانیوں میں شامل ہوا اس واقعے کے بعد ادیبوں نے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20
ماخذ تحقیقی مجلہ

نظریاتی شکست، تقسیم وطن کے دکھ اور شناخت کے بحران کو افسانوں میں ڈھالا حکمرانوں کی پالیسیوں اور فوجی کاروائیوں پر کھل کر تنقید کی گئی جو ماضی میں کم نظر آتی تھی۔

جنگ کی ہولناکیوں، قتل وغارت اور نقل مکانی کے انسانی پہلوؤں کو حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا گیا اس سانحے میں خواتین ادیبوں نے خواتین کے تجربات ان کی جدوجہد اور جنسی استحصال کے واقعات کو افسانوں میں اجاگر کیا گیا نیز مشرقی پاکستان کے لوگوں کے احساس محرومی اور ان کی ثقافتی شناخت کو بھی ادبی تخلیقات میں جگہ ملی سقوط ڈھاکہ ہماری زندگی کا ایک ایسا دردناک اور کربناک سانحہ ہے جس نے کروڑوں لوگوں کو ہر طرح سے داخلی اور خارجی سطح پر متاثر کیا اس المناکی کا تاثر خاص طور پر اردو افسانے نے اپنے جگر پر لیا اس بارے میں شہزاد منظر لکھتے ہیں :

> "سقوط ڈھاکہ مشرقی پاکستان ہماری قومی تاریخ کا ناقابل فراموش المیہ ہے جس کا اردو افسانے پر بڑا گہرا اور براہ راست اثر مرتب ہوا اس سانحے سے متاثر ہو کر کئی لافانی افسانے لکھے گئے۔"[۲]

سانحہ مشرقی پاکستان لسانی تعصب اور نسلی منافرت کی وجہ سے پروان چڑھا مگر اس میں بہت سے معصوم لوگ لقمہ اجل بنے یا معذوری ان کا مقدر بنی جو لوگ زندہ بچ گئے ان کی زندگی ان کے لیے عذاب بن گئی اس جنگ میں انسانیت سوز مناظر سامنے آئے جہاں مدتوں اکٹھے رہنے، میل ملاپ اور وابستگیوں کے باوجود منافرت پھیل گئی اور وہ ایک دوسرے کے خلاف دست و گریبان ہوگئے اور ان کی سوچ ایک بند گلی کی مسافر ہو کر رہ گئی۔

اس سانحے کے دوران بنگالیوں پر آزادی اور خودمختاری کا ایسا بھوت سوار تھا کہ انہوں نے اپنے دوستوں کے گھر اجاڑے، گرائے، لوٹ کر آگ لگانے سے بھی گریز نہ کیا ایسے میں انسانیت کی وہ تذلیل ہوئی کہ لاشوں کو کوے اور کتے نوچتے رہے مگر ان کو سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا اس سلسلے میں شاہد قمرانی کا افسانہ "درد کا رشتہ" زیادہ اہمیت کا حامل ہے اس افسانے میں انسانی تذلیل ، قتل وغارت اور سانحہ کے دیگر پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے افسانہ نگاروں نے زندگیوں کی تلخیوں اور سختیوں کو نہ صرف اپنے افسانوں میں جگہ دی بلکہ اس دور کے وہ حقائق بھی اجاگر کیے جن کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

اس عہد کے افسانہ نگاروں نے عہد بہ عہد حالات کو اپنے افسانوں کا حصہ بنایا کہ کس طرح حالات کے بدلنے سے دوست دوست کا دشمن ہو گیا اور کس طرح تہذیب و تمدن اور انسانی قدروں کے پرخچے اڑائے گئے اس

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

سانحے کے وقت ہر طرف بے چینی اور بد امنی کا راج تھا کسی کو کسی کی کوئی فکر نہ تھی ہر کوئی اپنے مستقبل سے پریشان تھا ہر طرف خوف اور خطرے کے بادل تھے حالات اس قدر سنگین تھے جن کے بہتر ہونے کے آثار نظر نہیں آتے تھے زندگی ایک ایسے موڑ پر آ رہی تھی جہاں سے کسی طرف نکل جانے کا راستہ کسی کو معلوم نہ تھا ہر ایک کی نظر میں دوسرا بندہ غدار اور ملک فروش تھا اس سلسلے میں ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> "پاکستان کی سماجی زندگی پر کرب کا لمحہ ۱۹۷۱ میں اس وقت سامنے آیا جب مشرقی پاکستان میں علیحدگی کے رجحانات فروغ پانے لگے اور مارشل لاء کی انتظامیہ اس مسئلے کو سیاسی طور پر حل کرنے میں ناکام ہو گئی یہ دور خارجی اضطراب اور داخلی پریشانی کا مظہر ہے سیاسی منافرت اور علاقائی تعصب نے انسانی زندگی میں خلل ڈال دیا پاکستانی افسانہ نگاروں نے اس دور کے اضطراب ,انتشار، بے بسی اور پریشانی کو اپنے تجربے میں شامل کیا اور اس ضمن میں افسانے تحریر کیے۔"[۳]

سقوط ڈھاکہ کے منفی پہلوؤں میں ہجرت کا المیہ ،تنگدستی، مفلوک الحالی کی صورت کے سامنے اچھے بھلے، کھاتے پیتے ،لوگ بھوک کی لپیٹ میں آ گئے مہاجر کیمپوں کی حالت معاشی بدحالی کا مظہر تھی مفلوک الحال لوگوں کے لیے کوئی جائے پناہ نہ تھی اور وہ غربت کی چکی میں پستے ہوئے اپنی زندگی گزار دیتے تھے ان کی زندگی میں آسودگی نام کو نہیں ہوتی ریاستیں ملک اور دیس صرف بڑے لوگوں کے مفادات کا تحفظ کرتے ہیں اس طرح کے حالات ابراہیم جلیس کے افسانے "بنگلہ دیش میں" نظر آتے ہیں بھوک اور غربت کے اس دور میں ماؤں کی ممتا نے عجیب و غریب فیصلے کروائے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو کسی غیر کے حوالے کرنا پڑا۔

سقوط ڈھاکہ کے سانحے میں ایسا جگہ جگہ ہوا بنگال کی تاریخ ایک نئے دور میں داخل ہو رہی تھی جہاں خونی رشتے کی نئی تفہیم ہو رہی تھی افسانہ نگاروں نے مشرقی پاکستان کے بعد معاشی بدحالی کا دور اپنے افسانوں میں بیان کیا۔ معیشت کا توازن اس طرح بگڑ گیا کہ خاندان کی غذائی ضرورت پوری کرنا اور جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑے تک مشکل ہو گئے تھے یہ صورتحال صرف کیمپوں تک محدود نہ تھی بلکہ بنگالی آبادی کے لیے بھی دو وقت کی روٹی پوری کرنا دردِ سر بن گیا تھا۔ افسانہ "معمولی سی بات" میں بھوک کے مارے ہوئے لوگوں کے حالات نظر آتے ہیں اس سانحے میں بھوک کا یہ عالم تھا کہ پناہ گزینوں کو کبھی خوراک دستیاب ہوتی اور کئی کئی دن ان کو فاقہ میں گزارنا پڑتے ہیں ۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

باعزت گھرانوں کی عورتوں کو بھی اپنے پردہ میں شدید دشواری کا سامنا رہا اس واقعے نے غربت و افلاس اور مفلوک الحالی کی ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ انسان تمام احساسات و جذبات سے عاری ہو کے رہ گیا قیام پاکستان کے وقت اپنے جھنڈے کے لیے جان کی قربانی دینے کے لیے تیار اس سانحے کے بعد جھنڈے کے لیے اس کی وابستگی صرف لباس کے اصول تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے اس واقعے نے جہاں پاکستانیوں کو خارجی سطح پر تکلیف اور اذیت سے دوچار کیا وہاں درد دل رکھنے والے پاکستانی داخلی اور نفسیاتی طور پر بری طرح متاثر ہوئے۔ منشا یاد کے افسانے "دوپہر اور جگنو" ان حالات کی بہترین کڑی ہیں ۔

ان افسانے میں مسلمانوں کی اس حالت کو دکھایا گیا ہے جو داخلی اور نفسیاتی طور پر ہو چکی تھی ہجرت کے واقعات کے حوالے سے سانحے نے دل دہلا دینے والے مناظر پیش کیے اس کے بعد ہجرت کر کے مغربی پاکستان آنے والوں کو حالات نے ایک نئے المیے سے دوچار کر دیا ڈر، خوف، بد اعتمادی ان کا مقدر ٹھہری ، وہم اور وسوسوں نے ان کی زندگی مشکل بنا دی وہ لوگ اپنی شناخت کے مٹ جانے کے غم میں تھے کہ نئے دیش نے انہیں اپنانے سے انکار کر دیا اور جو راستے مصیبتوں کو برداشت نہ کر سکے اور راستے میں پاکستان کی حسرت دل میں لیے اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

ہجرت کے مصائب کے حوالے سے جمیل عثمان کا افسانہ "چھوٹا پاکستان" دل کو لرزا دیتا ہے اس افسانے میں ہجرت کے غم، واقعات، انسانی قدروں کی پامالی، عصمتوں کا لٹ جانا اور معاشی تنگی کے حالات ایسے قلم بند ہوئے ہیں جو پڑھنے والے پر ایک گہرے غم کا تاثر طاری ہو جاتا ہے اور ان افسانوں کو پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایسی کربناک اور دردناک زندگی سے موت اچھی یہ تو صرف محسوس کرنے کی حد تک ہے جن پر گزری یا جن لوگوں نے یہ واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے بعد میں بھی جیتے جی ان کی آنکھیں نم نہ ہوئیں۔

ہجرت کے دکھ کے ساتھ ساتھ مشرقی پاکستان میں اپنے رہنے والوں کو بھوک، افلاس، قتل و غارت گری، خود غرضی ، لالچ، بے حسی اور افرا تفری سے دوچار کر دیا وہ لوگ جو قیام پاکستان کے وقت اپنے نئے وطن پاکستان کے لیے اپنی پرکھوں کے شہر سے ہجرت کر کے مشرقی پاکستان آئے تھے آج پھر وہ ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے وہ لوگ اپنی زندگی کے ہاتھوں اس طرح مجبور ہو گئے تھے کہ ان کی ہمتیں ان کا ساتھ چھوڑ گئیں وہ اضطرابی حالت میں اپنے آپ کو سنبھال نہیں پا رہے تھے اور اوپر سے سیاسی عدم استحکامی اور جان کا تحفظ نہ ہونے کے برابر تھا اس خوف نے ان کے حوصلوں کو بھی مردہ کر دیا۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

یہ لوگ زیادہ تر تو راستوں میں ہی قتل و غارت اور بھوک کا شکار ہو گئے اور جو بچے وہ تاحیات اس سانحے کو یاد کر کے تڑپ تڑپ کر مر گئے اس زمرے میں انتظار حسین کا افسانہ "شہر افسوس" خاص اہمیت کا حامل ہے مزید اس افسانے میں جہاں ہجرت اور بے نشاں ہونا اور اپنی پہچان کے کھو جانے کا دکھ بیان ہوا ہے وہاں پاکستانی جرنل کے ہتھیار ڈالنے کے حوالے سے اپنے جیسے دوسرے پاکستانیوں کے جذبات کا اظہار ملتا ہے کیوں جرنیل کا ہتھیار ڈالنا اصل میں پوری قوم کا گھٹنے ٹیکنا ہے۔ اس سانحے کے بعد ہجرت کر کے مغربی پاکستان آنے والوں نے بے پناہ مصائب و آلام جھیلے مگر نئے زاویے میں ان کو بوجھ سمجھا گیا ان کی پہچان مہاجر کے نام سے ہوئی اور اپنی خود کی پہچان جاتی رہی یہ دکھ سانحے کے باقی دکھوں پر بھاری ہو گیا اور یہ دکھ ان کی زندگیوں میں پیوست ہو گیا اس سلسلے میں انتظار حسین لکھتے ہیں:

"خارج کی سطح پر جو کچھ ہوا وہ ہوا مگر جہاں لگتا ہے کہ باطن کی سطح پر زیادہ بڑا سانحہ گزرا سقوط ڈھاکہ سے بڑا سقوط ہے۔"[۴]

سانحہ ۱۹۷۱ کے بعد مایوسی ،بے ہمتی اور بے چارگی کا راج رہا جس کی بنیادی وجہ پہچان کا کھو جانا تھا وہ لوگ تقسیم ہند کے وقت پاکستان کو دارالامان سمجھ کر ہجرت کر کے آگئے تھے مگر اب انہیں یہاں پھر ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا گیا تو ان کے دلوں میں اپنے وطن کے بارے میں طرح طرح کے شکوک جنم لے رہے تھے اور وہ خود بھی محسوس کر رہے تھے اس کے برعکس کچھ حالات عجیب طرز کے بھی تھے مشرقی پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والے بہاریوں پر مہربانی کرتے ہوئے محکمہ آبادکاری نے قبرستان کے نواحی علاقے میں جھونپڑیاں بنانے کی اجازت دے رکھی تھی وہ لوگ پناہ گزینوں کے محافظ اور ہمدرد دکھائی دیتے تھے مگر رات ہوتے ہی یہ لوگ وحشی درندے بن کر ان جسموں کو نوچنے لگتے تھے یوں وہ ان سے ہمدردی اور حفاظت کی قیمت وصول کرتے تھے یہ اس المیہ کے وہ دکھ تھے جن کو سہنا اور برداشت کرنا حد سے باہر تھا۔

افسانہ نگاروں نے اس وحشیت اور بربریت کو اپنے افسانوں میں بیان کیا ہے اس کی عمدہ مثالیں افسانہ "الٹی قبر" ہے مہاجرت کا دکھ اور مصیبتیں شہناز پروین کے افسانے "مکتی" میں دیکھی جا سکتی ہیں اس افسانے میں ایک ایسی لڑکی کی کہانی ہے جو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو پیدا ہوتی ہے اسی نسبت سے اس کا نام مکتی پڑ جاتا ہے اسے بنگال سے بے حد پیار ہے مگر سانحہ ۱۹۷۱ میں جب غنڈوں نے بہاریوں کے گھروں میں لوٹ کی آگ لگائی تو اس کی سوچ میں تبدیلی آگئی مندرجہ بالا افسانوں میں سقوط ڈھاکا کا المیہ چیخ چیخ کر یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ کس طرح جنگی حالات میں

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

انسانیت اور اس کی قدروں کی پامالی ہوئی ہے کس طرح ہجرت کے دکھ اٹھائے جاتے ہیں اور کس طرح ایسے حالات میں انسان بے بس اور بے کس ہو جاتا ہے۔

افسانہ نگاروں میں سقوط ڈھاکہ کے تمام واقعات کو اپنے افسانوں میں سمویا ہے مندرجہ بلا افسانوں اور افسانہ نگاروں کے علاوہ کچھ اور افسانہ نگاروں نے بھی سقوط ڈھاکہ کے المیہ کو بیان کیا ہے ان میں ہر افسانہ اس سانحہ کے کسی نہ کسی ذیلی پہلو کو اپنا موضوع بناتا ہوا نظر آتا ہے غلام محمد کا افسانہ "ایک شخص، فیکٹری اور تین مسافر" اہم ہیں احمد سعدی کا "بے زبان، مٹی کی خوشبو، بے گھر، پھول پتھر" شبنم یزدانی کا "روح کی چنگاری" س۔م ساجد کا " معمولی سی بات اور بوڑھی آنکھیں" شہناز پروین کے افسانے "بجھتے چراغ اور رنگ محل" مالک شاہد قمرانی کا "سنگم سے سنگم تک، بے وقت سفر اور آخری کڑی" شہزاد منظر کا یوٹیوبیا، پچھتاوا اور ہم کہاں کہاں جائیں" مسعود مفتی کا "ہم قفس، کفاروں، امید اور تشنگی، انتظار حسین کا "اسیر، بے سبب اور نیند" اختر جمال کا "دوسری ہجرت" رشید امجد کا "بے پانی کی بارش" یونس جاوید کا "کانچ کا پل" افسانے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔

یہ ایسے افسانے ہیں جن میں سانحہ ۱۹۷۱ کا کوئی نہ کوئی پہلو بیان ہوا ہے یہ وہ افسانے ہیں جن میں اس دور کی تاریخ سانس لیتی محسوس ہوتی ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر معین الدین لکھتے ہیں:

> " یہ کرب ۱۹۷۱ کی جنگ میں پاکستانیوں کے جذبہ اور احساس کو کہیں زیادہ متاثر کرنے کا باعث ہوا اور اسی اعتبار سے اس المیے پر لکھے جانے والے افسانے اپنے احساس و تاثر کے لحاظ سے زیادہ گہرے اور پاکستانیت سے اپنے رشتے کے حوالے سے زیادہ قریب بھی ہے ان میں پایا جانے والا درد احساس پوری قوم کے درد و احساس کی ترجمانی کرتا ہے۔"[۵]

یہ تاریخ کا ایک ایسا سانحہ ہے جس پر لکھے گئے اردو افسانوں کے بارے میں بغیر شک کے کہا جا سکتا ہے کہ افسانہ نگاروں نے سانحے ۱۹۷۱ کے تناظر میں پیدا ہونے والے واقعات کی جزئیات نگاری میں بھی سچائی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا سانحے کے ذمہ داران کا نام لے کر نشاندہی کی اور ان چہروں سے نقاب اتار پھینکنے میں کوئی لحاظ نہ رکھا گیا ۱۹۷۱ کے سانحات کے لکھنے والوں میں ایک اہم نام اشفاق احمد کا ہے ان کے افسانوں اور تحریروں میں اس واقعہ کا صدمہ براہ راست بیانیے کے بجائے ایک دلی کرب، دکھ، قومی المیے اور سماجی انتشار کے پس منظر میں نظر آتا ہے۔ انہوں نے اس سانحے کو انسانی نفسیات، محبت کی ناکامی اور رشتوں کے ٹوٹنے کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے جس میں ماضی کی خوبصورت یادیں اور حال کا اندوہناک سچ شامل ہے۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

انھوں نے اس واقعے کو محض ایک سیاسی شکست کے طور پر نہیں بلکہ ایک اخلاقی ،جذباتی زوال کے طور پر دیکھا جس نے پورے معاشرے کو ہلا کر رکھ دیا اس سلسلے میں ان کے مشہور افسانے "گڈریا" میں محبت اور جدائی کے جس موضوع کو بیان کیا گیا ہے اس میں اس سانحے کے وقت کا جذباتی دباؤ نمایاں ہے ان کی تحریروں میں مکالماتی انداز میں اس دور کے سماجی رویوں ،منافقیت اور بے حسی کو بھی اجاگر کیا گیا ہے جو سقوط ڈھاکہ کے بعد شدت اختیار کر گئے۔ اس سانحے کے برسوں بعد اشفاق احمد کی تحریروں میں داستان گوئی کا رنگ، ماضی کی یاد اور تصوف کی طرف رجحان بڑھ گیا تھا جس میں واقعے کی گونج محسوس کی جاسکتی ہے انہوں نے گو اس سانحے پر کھل کر کوئی افسانہ نہیں لکھا لیکن اس کے باوجود ان کے کئی کردار اور کہانیوں کے پس منظر اس المیے کی خاموش تصویر کشی کرتے ہیں ۔

چھٹی دہائی میں جن افسانہ نگاروں نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا ان میں سے ایک قابل ذکر نام رشید امجد کا بھی ہے جو اپنے منفرد اسلوب اور انداز فکر کے سبب ادبی حلقوں میں مشہور ہوئے ان کا بچپن سری نگر کی گلیوں میں گزرا اور بعد میں ان کا خاندان پاکستان منتقل ہوا تو جہاں بڑے بڑے اساتذہ کی صحبت نے ان پر خاصہ گہرا اثر چھوڑا جہاں تک ان کے افسانوں کا تعلق ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کے افسانوں میں داخلی اور باطنی دونوں طرح کے موضوعات موجود ہیں ایک طرف سے جہاں ان کے افسانوں میں داخلی موضوعات کی بھرمار ہے تو وہیں دوسری طرف خارجی پہلو بھی ان کے افسانوں کا اہم موضوع رہا ہے نفسیاتی پہلوؤں کو اجاگر کرنے میں انہیں خاصی مہارت حاصل ہے۔

ان کے دل عام لوگوں کے لیے دھڑکتے تھے اس لیے وہ ایسے معاشرے کی تشکیل چاہتے تھے جہاں نہ صرف خاص لوگ خوشی سے زندگی گزاریں بلکہ وہ عام لوگوں کو انہیں خوشیوں کا گہوارہ بنانے میں مصروف رہتے ہیں ان کے کل ۱۲ افسانے شائع ہوئے۔ سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے ان کے دو مجموعے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں "بیزار آدم کے بیٹے اور ریت پر گرفت" ایسے افسانوی مجموعے ہیں جو اپنی تحریروں کے اندر اس سانحے کی تلخیوں ،سختیوں اور بے بسی کو بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اس کے علاوہ ان کا ایک اور افسانوی مجموعہ "سہ پہر کی خزاں" میں بھی اس سانحے کی خاموشی اور اس کی تڑپ نظر آتی ہے وہ علامت نگاری کے حوالے سے ایک اہم افسانہ نگار تصور کیے جاتے ہیں ۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

انہوں نے نہ صرف اپنی افسانوی کائنات کو روایتی انداز سے مختلف کیا بلکہ اپنے دوستوں میں بھی منفرد نظر آئے انہوں نے انوکھی طرز پر تجریدی اور علامتی افسانے لکھے انہیں الفاظ کے برتاؤ اور افسانے کی ہئیت پر گہری دسترس حاصل تھی اپنے خیالات کے اظہار کے لیے انہوں نے نت نئے تجربات کیے ان کے ہاں ہمیں موضوعات کا تنوع ملتا ہے۔ انہوں نے اپنے عہد کا انسان، انسانی رویہ ،انسانی جذبات، معاشرہ، معاشیات ،نفسیات ،سیاسی اونچ نیچ، مارشل لا، صنعتی تہذیب کی بے حسی ،اپنے تشخص کی تلاش، سیاسی جبر، حالات کی ستم ظریفی، خود غرضی جیسے موضوعات کو اپنے گہرے غور و فکر کے ساتھ افسانوی ادب میں وسیع کیا ہے۔

ان کے یہاں وقت جبر کی علامت ہے جو ابتدا سے ہی انسان کو اپنا اسیر بنالیتا ہے ان کے یہاں کردار وقت کی جبرانہ گرفت سے آزادی حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے وہ بیک وقت مختلف زمانوں میں سفر کرتے ہیں حال میں رہ کر ماضی اور مستقبل کی سیر کرواتے ہیں ۔مارشل لا کے نفاذ کو انہوں نے ایک جبر کے طور پر دیکھا اور اپنی تحریروں میں بھی نہایت ہی ناگواری کے ساتھ برہنہ گفتاری کے بجائے علامتی انداز سے اس کی مذمت کرتے رہے ہیں جو ان کے نمائندہ افسانوں میں جابجا نظر آتے ہیں مارشل لا کے سلسلے میں ان کا افسانہ "گملے میں اگا ہوا شہر" مصنف نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح مارشل لا کے نفاذ سے ہر طرف خوف اور ڈر لوگوں کو بے چین کر دیتا ہے۔

رشید امجد نے اپنے فنی سفر میں مختلف مسائل کا سامنا کیا ابتدا ہی میں ایوب خان کے مارشل لا سے واسطہ پڑا پھر سقوط ڈھاکہ، یحییٰ کا مارشل لا، بھٹو کی پھانسی جیسے کئی حادثوں کا تجربہ اور مشاہدہ حاصل کیا ان حالات و واقعات سے ان کے افسانوں کے موضوعات نے جنم لیا ۔انہوں نے ماحول اور حالات کے کرب ناکی کی اذیت کو محسوس کیا اور افسانوی کرداروں کی صورت میں پیش کیا ان کے ہاں اجتماعی یا انفرادی سطح پر عہد کی بے چینی ،گمشدگی ،عدم شناخت اور جبر و کرب کی کیفیات نے کرداری سطح پر ان کے افسانوں کو اپنے عہد میں ایک منفرد مقام دیا ڈاکٹر وزیر آغا ان کے عہد اور موضوعات کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "رشید امجد کے بعض استعارے تخلیقی کارنامے ہیں جو ایک خاص عہد اور ایک قوم کی تاریخ کے پورے دور پر محیط ہے۔"[۶]

مجموعی طور پر وہ افسانہ نگاری کے میدان میں اپنے عہد کے موضوعات کے حوالے سے، اسلوب کے حوالے سے اور غور و فکر کے حوالے سے اپنے عہد میں چمکتے ہوئے ستارے کی طرح ہیں اس المیہ کے حوالے سے

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

غلام محمد افسانہ کی دنیا میں ایک اہم نام ہے ان کے افسانوں میں سقوط ڈھاکہ کا المیہ جذباتی شدت، قومی صدمے اور بنگالیوں کے استحصال کے تناظر میں نظر آتا ہے ان کے افسانے اپنے اندر تقسیم وطن کے دکھ، انسانی علمیوں اور فوجی کاروائی کے منفی اثرات کو حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کرتے ہیں ان کا سب سے بڑا فن یہ ہے کہ وہ بڑے سیاسی واقعات کو انسانی سطح پر پیش کرتے ہیں جہاں خاندان بچھڑتے اور خواب ٹوٹتے ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں اس سانحہ کے بعد پیدا ہونے والی مایوسی اور شناخت کے بحران کی بھرپور عکاسی کی ہے ان کے ساتھ ساتھ مشرقی پاکستان کے لوگوں کے ساتھ برتاؤ اور بیگانگی کے احساس پر کڑی تنقید کی ہے۔

شاہد قمرانی کے افسانوں میں سقوط ڈھاکہ کا ایک اہم موضوع نظر آتا ہے جس میں وہ اس قومی ، علمی، انسانی نفسیات پر اس کے گہرے اثرات اور علیحدگی کے کرب کو حقیقت نگاری کے ساتھ پیش کرتے ہیں ان کے افسانے تقسیم کے درد، جذباتی انتشار اور نفسیاتی شکست وریخت کی عکاسی کرتے ہیں جن میں تہذیب اور یکجہتی کے ٹوٹنے کا دکھ بھی شامل ہیں۔انھوں نے اپنے افسانہ میں اس واقعہ کے بعد پیدا ہونے والے احساس محرومی اور نفسیاتی شکست کو موضوع بنایا وہ اپنے افسانوں میں دکھاتے ہیں کہ یہ واقعہ محض جغرافیائی تقسیم نہیں بلکہ جذباتی ٹوٹ پھوٹ کا سبب بھی بنا۔

ان کے افسانوں میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان بڑھتی ہوئی دوری اور پھر علیحدگی کے معاشرتی اثرات کو نمایاں کرتے ہیں وہ اس انسانی المیے کی علیحدگی کے نتیجے میں خاندانوں کی جدائی اور عام انسان پر گزرنے والی قیامت کو موضوع بناتے ہیں ان کے افسانوں میں اس عظیم سانحے کو علامتی اور اشاراتی انداز میں پیش کیا گیا ہے جہاں ماضی کی یادیں اور حال کا کرب آپس میں مل جاتے ہیں۔ ان کے افسانے سقوط ڈھاکہ کے پس منظر میں لکھی گئی اردو ادب کی اہم تحریروں میں شامل ہیں جو اس تاریخی سانحے کے انسانی اور جذباتی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔

کرشن چندر اردو افسانے کا ایک اہم نام ہے ان کا افسانہ "نورانی بیگم" سقوط ڈھاکہ کے پس منظر میں لکھا گیا ہے یہ ایک جذباتی اور المناک افسانہ ہے جس میں بنگالی عوام کی محرومی اور جنگی حالات کی انسانی تصویر کشی کی گئی ہے یہ کہانی نسلی اور سیاسی تقسیم کے نتیجے میں پیدا ہونے والی توڑ پھوڑ اور خاص طور پر سانحے کے اثرات عورتوں پر اجاگر کرتی ہے کہانی کی مرکزی کردار نورانی بیگم ایک مظلوم بنگالی عورت کی نمائندگی کرتی ہے جس کا دکھ اس المیہ کی علامت بن جاتا ہے انھوں نے اس افسانے میں مشرقی پاکستان کے لوگوں کے جذبات اور مغربی پاکستان کے طرز عمل کے نتیجے میں پیدا ہونے والی دوری کو دکھ کا موضوع بنایا۔ یہ افسانہ صرف ایک سیاسی واقعہ نہیں بلکہ ایک انسانی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

المیہ ہے جس میں جنگ کے دوران عام لوگوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اور خاص طور پر خواتین کے ساتھ ہونے والے ظلم و ستم اور ان کی بے بسی کو بیان کیا گیا ہے انھوں نے حقیقت نگاری کے انداز میں ان انسانی رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ کو دکھایا ہے جو اس واقعے کے دوران رونما ہوئے۔

۱۹۷۱ کے سانحے کے بارے میں خدیجہ مستور کا نام خواتین افسانہ نگاروں میں خاص اہمیت کا حامل ہے ان کے آخری مجموعے "ٹھنڈا میٹھا پانی "میں اس سانحے کے گہرے اثرات انسانی المیوں، نفسیاتی صدمات اور جنگی ماحول میں عورت کی بے بسی کو حقیقت پسندی سے پیش کیا گیا ہے ان کی تحریریں حب الوطنی کے جذبے کے ساتھ ساتھ شکست کا درد اور تقسیم کے نفسیاتی اثرات کی عکاسی کرتی ہیں۔ ان کے افسانے محض سیاسی شکست نہیں ہیں بلکہ ان کے نتیجے میں ہونے والی انسانی تباہی، نسلی تشدد اور ہجرت کے دکھ کو لیے ہوئے ہیں اپنے افسانوی مجموعے "ٹھنڈا میٹھا پانی" میں انہوں نے جنگ کے بعد کے ماحول میں زندگی گزارتی ہوئی عورتوں کی نفسیات اور مسلسل خوف کو دکھایا گیا ہے۔

انھوں نے اپنے افسانوں میں دکھایا ہے کہ جنگ میں کس طرح گھر اجڑ جاتے ہیں اور عورتیں اپنی حفاظت اور بچوں کی فکر میں مبتلا رہتی ہیں مزید ان کے افسانوں میں اس المیہ میں کس طرح لوگ خود سے بے بس ہو کے رہ گئے اس سانحے نے کس طرح ان کی زندگیوں پر اثرات مرتب کیے انھوں نے اس پہلو کو نفسیاتی اور اپنی فن کی گہرائیوں سے بیان کیا ہے ان کے افسانوں میں مثالیت پسندی کے بجائے زمینی حقائق، نفسیاتی کشمکش اور روزمرہ زندگی پر پڑنے والے اثرات نمایاں ہیں ان کی تحریریں سقوط ڈھاکہ کے تاریخی موڑ پر لکھے گئے اردو ادب کا ایک اہم حصہ ہیں جو اس سانحے کے جذباتی پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہیں ۔

عصمت چغتائی کے افسانوں میں اس سانحے کا براہ راست ذکر کم ہے لیکن وہ اپنی تحریروں میں تقسیم ہند کے انسانی المیوں کی ہجرت کی نفسیاتی خدمات اور پاکستان و ہندوستان کے بدلتے ہوئے سماجی اور سیاسی منظر کو اجاگر کرتی ہیں ان کے افسانے عورت اور سماجی ناانصافیوں پر مبنی ہیں انہوں نے فرد، احساس، سماج میں عورتوں کے درد و تکلیف اور ان پر ہونے والے مظالم کو بے باکی سے بیان کیا ہے ان کے افسانوں میں متوسط طبقے کے معاشی اور سماجی مسائل خاص طور پر خواتین کی نفسیات اور جذباتی اذیتوں کی عکاسی ملتی ہے ان کی تحریروں میں حقیقت بیانی کے ساتھ طنز کا خوبصورت امتزاج پایا جاتا ہے ان کی افسانہ نگاری کے بارے میں فرزانہ شاہین لکھتی ہیں:

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20
ماخذ تحقیقی مجلہ

"وہ اپنے آس پاس جو کچھ دیکھتی اس کا اثر اپنے فن پر قبول کرتی یہی وجہ تھی کہ ان کے افسانے اکثر و بیشتر ہمارے معاشرے کی روزمرہ زندگی میں ہونے والے واقعات کی ترجمانی کرتے ہیں۔"[۷]

سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے ان کی تحریروں میں کئی کئی دکھ اور اس کرب کو دیکھا جا سکتا ہے اس سلسلے میں ان کا افسانہ "چھوئی موئی" کافی اہمیت کا حامل ہے اس افسانے میں انہوں نے زندگی کے کرب اور بالخصوص عورت ذات کی تلخیوں کو بیان کیا ہے اور کس طرح ان جنگی یا سخت حالات میں بے بس اور لاچار ہو جاتی ہے۔

راجندر سنگھ بیدی نے اس سانحہ پر براہ راست واقعات کے بجائے عام انسانی نفسیات ، محرومیوں اور تقسیم کے گہرے جذباتی اثرات پر لکھا ان کا کام تقسیم ہند اور پنجاب کی زندگی پر مرکوز ہے مگر انسانی دکھوں کا بیان ، تقسیم کے ہر زخم بشمول سقوط ڈھاکہ پر صادق آتا ہے جو انسانی بے بسی کو نمایاں کرتا ہے انھوں نے بڑے تاریخی آفات کے درمیان انسانی رشتوں میں پڑنے والی دراڑوں ، انفرادی، جذباتی انتشار کو دکھایا ہے وہ اپنے افسانوں میں علامتوں اور استعاروں کے ذریعے زندگی کا وہ دکھ بیان کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے گردوپیش میں دیکھا اور محسوس کیا ہے۔

ان کی کردار نگاری میں ان کا نسوانی کردار نفسیاتی کشمکش، ایثار اور قربانی کی تصویر ہے جو جنگ کے دوران عورتوں کے ساتھ ہونے والے مظالم کے پس منظر میں زیادہ معنی خیز ہو جاتے ہیں ان کی کہانیوں میں تقسیم کے المیے اور اس کے بعد کی بربادی کی عکاسی ملتی ہے جو کسی بھی جنگ یا سقوط یا بعد میں پیدا ہونے والی صورتحال کا مظہر ہے ان کا کمال یہ ہے کہ وہ بھیانک واقعات جیسے سقوط ڈھاکہ میں بھی انسانیت کی نرمیوں کو تلاش کرتے ہیں جس سے ان کے افسانے تقسیم پاکستان جیسے بڑے سانحے کے جذباتی اور نفسیاتی پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں۔

بانو قدسیہ کے افسانوں میں ۱۹۷۱ کے واقعات ایک گہرے قومی المیہ ، نفسیاتی صدمے اور سماجی انتشار کے طور پر جھلکتے ہیں انہوں نے اس سانحے کو براہ راست جنگی مناظر کے بجائے انسانی رشتوں، حب الوطنی ، ہجرت کے کرب اور نظریاتی شکست کے تناظر میں پیش کیا ہے انھوں نے سقوط ڈھاکہ کے اثرات کو انفرادی زندگیوں پر پڑنے والے نفسیاتی دباؤ کے ذریعے دکھایا ہے ان کے کردار اس سانحے کے بعد خود کو تنہا اور بے سمت محسوس کرتے ہیں ان کے افسانوں میں اس سانحے کے بعد مشرقی پاکستان سے ہجرت کر کے آنے والوں کے مسائل اور ان کی نفسیاتی الجھنوں کو بیان کیا گیا ہے وہ اکثر اپنے دور کے سیاسی انتشار، سماجی بے راہ روی اور شکست خوردہ ذہنیت کی عکاسی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

نظر آتی ہے انھوں نے اپنے افسانہ میں زندگی کے تلخ معاملات اور اپنے عہد کی سچی تصویر کشی کی ہے ان کے افسانے قاری کو انفرادی غموں کے ساتھ ساتھ قومی غموں پر بھی سوچنے پر مجبور کرتے ہیں ۔

شبنم یزدانی اردو افسانے کا ایک اہم نام ہے ان کے افسانے سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے اہم مقام رکھتے ہیں ان کے افسانوں میں یہ سانحہ ظلم استحصال،ناانصافی اور منافقیت کے خلاف ایک شدید رد عمل کے طور پر سامنے آتا ہے ان کی تحریریں جیسا "پنڈولم" سیاسی اور گروہی تاثبات کے تباہ کن نتائج کو اجاگر کرتی ہیں ان کے افسانوں میں یہ المیہ انسانی قدروں اور اخلاقی پہلوؤں کو بیان کرتا ہے ان کے افسانوں میں اس سانحے کے حوالے سے معیشت کے مارے ہوئے لوگ اور سماجی ناانصافیوں کا شکار طبقہ ملتا ہے یہی وجوہات ان کے خیال میں ملک ٹوٹنے کی وجہ بنی۔انہوں نے اپنے کرداروں کے ذریعے مفاد پرستوں پر کڑی تنقید کی ہے جنہوں نے اس قومی المیہ کو جنم دیا وہ اپنے افسانوں کی تحریروں میں بنگالیوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں جو خاص طور پر اس سانحے میں ظلم کا شکار ہوئے ان کے ہاں یہ واقعہ صرف تاریخی واقعہ نہیں تھا بلکہ ایک ایسا المیہ ہے جو انسانی رشتوں اور اخلاقیات پر سوال اٹھاتا ہے۔

اس سانحہ کے اہم افسانہ نگاروں میں ام عمارہ کا بھی شمار ہوتا ہے گو انہوں نے بہت کم افسانے لکھے ہیں مگر ان کے افسانوں میں تقسیم پاکستان کے واقعات کا درد بڑی شدت سے محسوس ہوتا ہے ان کے دو افسانوی مجموعے "درد روشن ہے اور آگہی کے ویرانے" میں سقوط ڈھاکہ ایک الم ناک، قومی المیہ اور جذباتی صدمے کے طور پر نمایاں ہیں ان کی تحریریں نسلی تشدد، اپنوں سے جدائی ،ہجرت کے درد، سیاسی اور سماجی انتشار کے نفسیاتی اثرات کو گہرائی سے پیش کرتی ہیں انھوں نے اس واقعہ کے تاریخی ،سیاسی اور انسانی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے وہ اس واقع کی تاریخی چپقلش، سیاسی رجحانات اور سیاسی پہلوؤں کے اندر مفاد پرستی اور کرسی کے لالچی لوگوں کو اجاگر کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس امیرانہ طبقہ نے کس طرح انسانی زندگی کی قدروں کی پامالی کی اور لوگوں کو نہ صرف ہجرت کے دکھ دیے بلکہ لوگ اپنے ہی گھروں میں پرائے ہو گئے جیسے بندھن اپنی تحریروں میں سموئے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی اردو افسانے کا ایک بہت بڑا نام ہے ان کی خدمات اردو ادب میں لازوال ہیں وہ دھیمے لہجے کے مالک ہیں اور وہ ایک روانی اور تسلسل کے ساتھ بہت بڑی بات کر کے آگے چلتے بنتے ہیں ان کے افسانوں میں اس المیہ کو براہ راست موضوع سے زیادہ اس کے اثرات، انسانی نفسیات ، محرومیوں اور جذباتی دکھ کے طور پر سامنے آتا ہے ان کے افسانے تقسیم ہند کے فسادات کی طرح اس قومی سانحے میں بھی جانبداری کے بجائے مظلوموں کی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20
ماخذ تحقیقی مجلہ

حمایت اور انسانیت کی تذلیل پر دکھ کا اظہار کرتے ہیں۔ انھوں نے سانحے میں انسانی فطرت کے پست پہلو، درندگی اور جبر کی داستانوں کو اجاگر کیا ہے ان کے افسانے زندگی کو درپیش سختیاں اور معلومات زندگی کا سماجی ڈھانچہ کے مسائل کو دور کرنے میں مشغول نظر آتے ہیں سقوط ڈھاکہ کے دوران انسان درندگی ان کے افسانوں کا حصہ ہے۔

مارشل لا، ۱۹۶۵ کی جنگ اور ۱۹۷۱ کے واقعات کے جبر کی کہانیاں ان کی تحریروں کا حصہ ہے ایک باشعور ادیب کے طور پر انہوں نے جذباتیت پر قابو رکھتے ہوئے حقیقت پسندی سے کام لیا اور فسادات کے پس منظر میں انفرادی رویوں کی عکاسی کی ان کے افسانوں میں اس المیہ کے باوجود اپنی مٹی کی خوشبو اور پاکستانیت پر فکر کا عنصر موجود رہا ہے۔ انھوں نے دیہاتی زندگی کی سفاک حقیقتوں، زندگی کے گہرے دکھ اور سماجی ناانصافیوں کو پیش کیا اور وہ تمام عناصر اجاگر کرنے کی کوشش کی جو اس المیہ کے پیچھے کارفرما معاشی اور سماجی عوامل کی عکاسی کرتے ہیں ان کی افسانہ نگاری کے بارے میں ڈاکٹر محمد صادق لکھتے ہیں :

> " قاسمی کے افسانوں میں موجودہ نظام سے بے اطمینانی اور اسے یکسر بدل دینے کی خواہش عیاں وپنہاں ہے۔"[۸]

وہ اپنے عہد کے سیاسی حالات سے کبھی بھی مطمئن نہیں ہوئے وہ ایسے نظام کو نظام نہیں مانتے جو انسانیت اور سماج پر سختیاں پیدا کر دے وہ زندگی کو اپنی ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ رواں دواں دیکھتے ہیں مجموعی طور پر وہ انسانیت کی تذلیل اور ظلم وستم کے سامنے خاموش تماشائی بننے کے بجائے ان کے خلاف قلم سے جہاد کرتے ہیں۔

شہزاد منظر اس عہد کے ایک نامور افسانہ نگار ہیں ان کے افسانے "ندیا کہاں ہے تیرا دیس اور اجنبی" ہیں ان کے افسانوں میں اس واقعے کا علامتی طور پر انسانی بے چیرگی، قومی اقدار کی شکست وریخت اور ہجرت کے نفسیاتی دکھوں کے طور پر جھلکتا ہے ان کے فن میں ۱۹۷۰ کے بعد کے سیاسی اور سماجی بحران، تقسیم وطن کے نتیجے میں پیدا ہونے والی شناخت کی تلاش اور محرومیوں کا گہرا احساس نمایاں ہے ۱۹۶۰ کے بعد دیگر افسانہ نگاروں کی طرح انھوں نے بھی اس سانحے کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کو علامتوں اور سقوط ڈھاکہ کے طور پر پیش کیا جہاں ملک ٹوٹنے کا دکھ براہ راست بیان کرنے کے بجائے انسانی نفسیات پر پڑنے والے اثرات کو اجاگر کیا۔

علامتوں اور استعاروں کا استعمال ان کے افسانوں کو جاذب اور منفرد بناتا ہے اور ان کے افسانے تقسیم وطن کے بعد وطن کی محبت اور نظریاتی شکست کو قومی وانفرادی سطح پر ایک المیہ کے طور پر پیش کرتے ہیں تقسیم پاکستان کے بعد پیدا ہونے والے نسلی تشدد اور ہجرت کے نتیجے میں لوگوں نے جو دکھ اٹھائے وہ ان کے افسانوں میں

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20
ماخذ تحقیقی مجلہ

موجود ہیں وہ بنیادی طور پر جدید اردو افسانے اور اس کی تنقید پر کام کرنے کے لیے مشہور ہیں اس کے باوجود ان کی تحریروں میں اس دور کے سیاسی بحران اور اس سانحے کے گہرے زخموں کی بازگشت موجود ہے۔

سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے قراۃ العین حیدر ایک اہم نام ہے ان کے افسانوی مجموعے "پت جھڑ کی آواز، روشنی کی رفتار" ہیں ان کے افسانوں میں یہ واقعہ ایک بڑا سانحہ ہے وہ اپنی تحریروں میں وطن کی محرومی اور تقسیم ہند کے نامکمل ایجنڈے کے طور پر پیش کرتی ہیں ان کی تحریریں اس المیہ کے انسانی نفسیاتی اور تاریخی پہلوؤں کو بھی اجاگر کرتی ہیں انھوں نے اس المیے کو صرف ایک سیاسی واقعہ نہیں بلکہ تاریخی تسلسل میں ایک دردناک موڑ کے طور پر دیکھا ان کے نزدیک یہ سانحے ۱۹۴۷ کی تقسیم کا ہی اگلا باب تھا مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے پیدا ہونے والی تہذیبی کشمکش، کلچر، شناخت کا مسئلہ اور پرانی تہذیب کے بکھرنے کے اثرات ان کے افسانوں میں ملتے ہیں ۔

اگرچہ ان کے زیادہ تر افسانے تقسیم ہند کے اثرات پر ہیں لیکن ان کی تحریروں میں وہی درد اور بے وطنی کا احساس تقسیم پاکستان کے وقت بھی نمایاں رہا جہاں کردار اپنی جڑوں سے کٹنے کا دکھ محسوس کرتے ہیں انہوں نے اپنی ذہنی وسعتوں کے ذریعے وہی کچھ لکھا جو انہوں نے اپنے گردو پیش میں دیکھا اور محسوس کیا۔ ان کے افسانوں میں زندگی کا دکھ، تہذیب کے مٹنے کی علامت، عورتوں کی زندگی کے سماجی مسائل اور اپنے عہد کے جلتے ہوئے ناسور درد بیان ہوئے ہیں انہوں نے سقوط ڈھاکہ کے ایک بڑے المیہ کو تہذیبی وسیاسی زوال کے طور پر پیش کیا جس نے تقسیم ہند کے المیہ کو مزید گہرا کر دیا۔

انتظار حسین کے افسانوں میں یہ سانحے ایک بہت بڑا المیہ ہے جسے انہوں نے براہ راست بیان کرنے کے بجائے اپنے خاص انداز، علامتی ،اساطیری اور تہذیبی تناظر میں پیش کیا انہوں نے ہجرت کے کرب، شناخت کے بحران اور ماضی کی گمشدگی کے ذریعے سقوط ڈھاکہ کے نفسیاتی اور انسانی پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے انہوں نے اپنے افسانوں میں کرداروں کے ذریعے مشرقی پاکستان کے علیحدہ ہونے، جنگی حالات اور تقسیم کے درد کو محسوس کر کے بیان کیا ہے ان کا افسانوی مجموعہ "شہر افسوس" میں اس المیہ کے بعد پیدا ہونے والی مایوسی، نفسیاتی صدمے اور شناخت کے بحران کی عکاسی کی گئی ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر مرزا حامد بیگ لکھتے ہیں:

> "برصغیر کے مسلمانوں کو زوال ڈھاکہ کے ساتھ دوسری بار ہجرت کا سامنا کرنا پڑا تب انتظار حسین نے اسی تسلسل میں پورا اترتے ہوئے اپنے کئی پرانے افسانوں کو شہر افسوس میں یکجا کیا اور انہیں نئے معنی سے دوچار کر دیا۔"[۹]

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20
ماخذ تحقیقی مجلہ

ہجرت کے حوالے سے ان کے ہاں خاص طرح کی پریشانی ملتی ہے انہوں نے اس سے چھٹکارا پانا چاہا لیکن وہ ایسا نہ کر سکے انہوں نے ۱۹۴۷ کی ہجرت اور ۱۹۷۱ کے سانحے کو آپس میں جوڑ کر دکھایا کہ کیسے انسان اپنی اصل سے کٹ جاتا ہے انہوں نے داستانوی اور مکالماتی اسلوب کے ذریعے اس المیے کو محض سیاسی واقعہ نہیں بلکہ انسانی تقدیر کے ایک بڑے سانحے کے طور پر پیش کیا ۱۹۷۰ سے ۱۹۸۰ تک کا افسانہ سیاسی اور سماجی انتشار، روشن خیالی اور علامت نگاری کا امتزاج تھا اس دور میں سقوط ڈھاکہ، آمریت اور بین الاقوامی حالات کے زیر اثر علامت نگاری اور حقیقت نگاری پر مبنی کہانیاں لکھی گئیں جو نئے رجحانات کا ایک اہم حصہ ہیں جن میں انسانی نفسیات اور معاشرتی مسائل نمایاں ہیں ۔

۱۹۷۱ کے سانحے نے افسانہ نگاروں کو شدید متاثر کیا جس کے نتیجے میں قومیت، شناخت اور المیے پر مبنی افسانے سامنے آئے فنی اعتبار سے علامت نگاری کو فروغ ملا اس کے ساتھ ساتھ افسانہ نگاروں میں ایک بار پھر سے پریم چند کی حقیقت نگاری سامنے آنے لگی موضوعات کے حوالے سے متوسط طبقے کے مسائل، جنسی نفسیات، شہری زندگی کی تنہائی، جنگی صورتحال کے بعد کے حالات جیسے اہم موضوعات سامنے آئے۔

۱۹۷۰ سے ۱۹۸۰ کے درمیان اردو افسانہ نے بڑی منازل طے کیں اور اپنے موضوعات کے تنوع کی بنیاد پر ایک خاص عشرہ کہلایا اس دورانیہ میں سیاسی انتشار، ہجرت کا درد، لوگوں کی بے بسی، فرد کی تنہائی، نفسیاتی الجھنیں اور جنسی نفسیات جیسے موضوعات خوب پروان چڑھے سقوط ڈھاکہ تاریخ کا ایک ایسا واقعہ ہے جس کے لکھے گئے اردو افسانوں کے بارے میں بلاتردید کہا جا سکتا ہے کہ اردو افسانہ نگاروں نے سانحہ ۱۹۷۱ کے تناظر میں پیدا ہونے والے سانحات کی جزئیات نگاری میں بھی سچائی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا سانحے کے ذمہ داروں کی پہچان کی اور ان کے چہروں سے نقاب اتار پھینکنے میں کوئی لحاظ نہیں رکھا۔

مجموعی طور پر اردو افسانے میں اس دور کی تاریخ قید ہے جس سے اس کے اسباب کا احاطہ کیا جا سکتا ہے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ سانحہ مشرقی پاکستان کے موضوع پر اردو افسانے کو دوسری اصناف نثر کے مقابلے میں معیار اور حقدار دونوں حوالوں سے معتبر حیثیت حاصل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ صدیق سالک، میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا، فنکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۷۷، ص ۷۹
۲ ۔ شہزاد منظر، تخلیقی ادب، عصری مطبوعات، کراچی، ۱۹۸۰، ص ۹۶

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 1, (Jan to Feb 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-I)urdu-20

ماخذ تحقیقی مجلہ

۳۔ انور سدید، ڈاکٹر، ۱۹۷۸ کے بہترین مقالات، مکتبہ اردو زبان سرگودھا، ۱۹۷۹، ص ۱۰۷

۴۔ انتظار حسین، پس ورق، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۸، ص ۲۲۳

۵۔ معین الدین، تحصیل، ڈاکٹر، پاکستانی زبان وادب وسائل، مناظر الوقار پبلیکیشن، لاہور، ۱۹۹۹، ص ۲۴۱ تا ۲۴۲

۶۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، پاکستانی اردو ادب کے ۵۰ سال مشمولہ اوراق جنوری فروری، ۱۹۷۹، ص ۲۸۹

۷۔ فرزانہ شاہین، اردو کے نمائندہ افسانہ نگار، ۳۴ واٹ گنج اسٹریٹ کلکتہ، ۲۰۰۹، ص ۷۲

۸۔ صادق، ڈاکٹر، ترقی پسند ادب پچاس سالہ سفر، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۹۴، ص ۳۶۶

۹۔ حامد بیگ، مرزا، ڈاکٹر، اردو افسانے کی روایت، اکادمی ادبیات پاکستان اسلام آباد، ۱۹۹۰، ص ۸۸